سرسید کے خطوط ان کی اصلاحی کاوشوں کا عکسِ جمیل

ڈاکٹر ندیم عباس اشرف
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، ساہیوال

SIR SYED'S LETTERS
INDEX OF HIS REFORMATORY EFFORTS

Nadeem Abbas, PhD
Assistant Professor of Urdu
Govt. Post Graduate College, Sahiwal

Abstract

The role of Sir Syed Khan in the renaissance of the Muslims of the Sub- continent is epoch making. His main claim to fame is his reformative services he rendered for the betterment of the Muslims along with his educational and literary activities. His reformatory nature may rightly be perceived through the letters written by him. These letters tell a lot about the nature and style of his work of awakening the Muslims. Sheikh Muhammad Ismail Pani Pati compiled these letters in two volumes and published by Masjlis-e-Taraqi e Adab, Lahore. These letters on the one side cover the social, political, educational and religious situation of the Sub-continent and on the other hand they present a comprehensive picture of the efforts of Sir Syed for the uplifting of the Muslims.

Keywords:

سرسید، محمد صادق، عتیق ورورگ، علی گڑھ، لاہور، دہلی، خطوط، آئینِ اکبری، مکتوبات

سرسید احمد خان کا شمار مسلمانان برصغیر کے ایک عظیم مصلح کے طور پر تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔انھوں نے اپنی اصلاحی فکر کو اپنی تحریروں میں عمدگی سے پیش کیا ہے ۔ڈاکٹر محمد صادق A History of Urdu Literature میں لکھتے ہیں:

"The writings of Sayyid Ahmad reveal an alert and critical mind. Born in a conventional age, he was the first to read the signs of the times, and to interpret his age to itself." (۱)

سرسید کی اصلاحی سوچ جہاں ان کی مختلف تحریروں کا لازمی جزو ہے وہاں ان کے خطوط اس کا سب سے بڑا اظہار ہیں ۔مکاتیب سرسید کی ترتیب وتدوین کا کام ان کی زندگی ہی میں شروع ہوگیا تھا،لیکن اس میں تاریخی تسلسل اور مستند حوالوں کا فقدان رہا۔عتیق ورگ لکھتے ہیں:

''اب تک کی تحقیق کے مطابق اس جانب پہلی کوشش سرسید احمد خان کے نواسے حکیم احمدالدین نے کی جنھوں نے اپنے نانا کے ۱۲۲ خطوط کو ان کی وفات سے پہلے ہی یکجا کرنا شروع کردیا تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری کے اُردو مخطوطات کے سیکشن میں کلکشن نمبر ۱۰۰ پر موجود تھا جسے ایک عرصہ بعد فروری ۱۹۶۵ء میں ڈاکٹر نسرین ممتاز نصیر نے ایک مبسوط مقدمہ کے ساتھ ''خطوط سرسید'' کے نام سے شائع کیا۔(۲)

دوسرا مجموعہ سرسید کے سیکرٹری مولانا وحیدالدین سلیم نے مرتب کیا اور حالی پریس ۱۹۰۱ء میں پانی پت سے شائع ہوا۔تیسرا مجموعہ محمد عثمان مقبول نے مکاتبات الخلان فی اصول التفسیر وعلوم القران کے نام سے مرتب کیا اور مطبع احمد علی گڑھ کے زیر اہتمام ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔سر راس مسعود نے خطوط سرسید کے نام سے ۲۴۹ خطوط کا مجموعہ ۱۹۲۴ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع کرایا جس کا دوسرا انتخاب ۱۹۳۱ء میں شیخ عطاء اللہ نے انتخاب خطوط سرسید کے عنوان سے ۱۹۸۸ء میں لاہور سے شائع کیا۔

مکتوبات سرسید کو شیخ محمد اسماعیل پانی پتی نے دو جلدوں میں ۱۹۵۹ء میں شائع کیا اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۶ء میں کچھ ترمیمات اور اضافوں کے ساتھ انجمن ترقی اُردو لاہور نے شائع کیا۔مشتاق حسین نے دو جلدوں پر مشتمل ''مکاتیب سرسید'' ۱۹۶۰ء میں یونین پریس دہلی سے شائع کرایا۔

سرسید کے مکاتیب ان کی قومی ،تاریخی ،تہذیبی ،علمی وادبی ،صحافتی اور اصلاحی کاوشوں کے بہترین عکاس ہیں ۔یہ خطوط سرسید کی فکری ارتقائی منازل میں قدامت سے جدت تک کے سفر کا منظر نامہ ہیں ۔ان کی اصلاحی فکر ان کے تمام خطوط میں غالب دکھائی دیتی ہے ۔ڈاکٹر انور سدید ''اردو ادب کی تحریکیں'' میں لکھتے ہیں:

''سرسید نے مذہب ،تاریخ، سیاست ،سائنس تعلیم وتہذیب غرضیکہ زندگی کے ہر موضوع پر

حسب موقع وضرورت قلم اٹھایا اور تقلید بے جا کے برعکس ہر موضوع کو تحقیقی ،تنقیدی اور عقلی زاویوں سے پرکھا اور ان موضوعات کے نئے گوشوں کو منور کردیا۔'' (۳)

سرسید کی سیاسی بصیرت ان کے رسالہ اسباب بغاوت ہند میں کھل کر سامنے آتی ہے۔وہ انگریز حکمرانوں اور ہندوستانی مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں بہتری کے خواہاں تھے۔وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا سخت رویہ انھیں سیاسی تنہائی کا شکار کردے گا جب کہ ان کے باہمی تعلقات میں بہتری سے انتظامی مسائل حل ہوں گے۔سرسید کا مسلمانوں کو کانگرس میں شمولیت سے منع کرنا بھی ان کی سیاسی دور اندیشی کا ثبوت ہے اور مستقبل میں ان کی اس سوچ نے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کی راہ ہموار کردی۔

K.Ali اپنی کتاب A New History of Indo Pak میں لکھتے ہیں:

> "He knew that the non co-operative attitude of the Muslims would be detrimenal to their interest. Hence he asked them to be loyal to the British Government. At the same time he wrote his famous essay "The causes of the Indian revolt "It reveals the courage and fearlessness of the author". (۴)

سرسید کے خطوط ان کی سیاسی اصلاحی فکر کے ترجمان ہیں۔پایونیر کے ایڈیٹر کے نام اپنے خط میں سرسید نے نیشنل کانگرس کے متعلق مسلمانوں کی رائے مفصل لکھی ہے اس خط سے چند لائنیں درج ہیں:

> ''مخدومنا ایڈیٹر پایونیر!
>
> ....انڈین نیشنل کانگرس نے اول اول شوروغل کیا کہ میں نے اپنی اسپیچوں میں اپنے ہم وطنوں اور ہم مذہبوں کو یہ صلاح دی کہ اس کانگرس کی خطرناک اوراس لیے غیر وفادار اور گمراہ کرنے والی اور دھوکہ دینے والی تحریک سے بالکل الگ رہیں اور میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ کانگرس کی رپورٹوں میں اپنے مسلمان ممبروں کو بہت کچھ بڑھایا جاتا ہے لیکن اگر غور سے امتحان کیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ ایک بھی بڑا معزز شخص مسلمانوں میں سے اس میں شریک نہیں ہوا اور مسلمان امرا اور اشراف عموماً کانگرس کے غل وشور میں شریک نہیں ہوئے اور کانگرس معقول طور پر اپنے اس دعوے کو صحیح ثابت نہیں کرسکتی کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات اور آرا اور خواہشوں اور امیدوں کو ظاہر کرتی ہے۔
>
> یہ تجویز کہ سول سروس کا امتحان ہندوستان میں بھی ہوا کرے کانگرس کے غل وشور کا نتیجہ ہے اور یہ کانگرس کسی قوم کے خیالات ظاہر کرتی ہو لیکن مسلمانوں کے ہرگز نہیں کرتی ....
>
> 25 ستمبر 1897ء سید احمد (۵)

سرسید نے اپنی تحریروں میں مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح اور مغربی تعلیم کی اشاعت سے ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کی بہت سی سماجی خرابیوں اور غلط مذہبی خیالات واوہام کو دور کرنے کی کوشش کی۔
ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

''ہم بے شمار تحقیقات سرسید کی مذہبی تصنیفات میں ایسی اچھوتی پاتے ہیں کہ جن کو بظاہر اس چودھویں صدی کے محقق سے پہلے کسی کے قلم نے مس نہیں کیا اور بہت سے اوریجنل خیالات اور اوریجنل رائیں دیکھتے ہیں۔''(۶)

سرسید کے ہاں مذہب میں عقل پسندی ایک اصلاحی تحریک کی صورت نمایاں ہے۔ڈاکٹر محمد صادق A History of Urdu Literature میں لکھتے ہیں۔

"As a religious reformer, Sayyid Ahmad tried to reconcile religion and modern science by rationalizing the Quran at the back of his mind was the fear that the study of European science would react with disastrous effect on common religious ideas."(۷)

سرسید احمد خان کے خطوط ان کی مذہبی اصلاحی فکر کو اجاگر کرتے ہیں۔سر راس مسعود کے نام ایک خط میں تحصیل دار کے عہدے کے کام کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہیں:

''مخدومی مکرمی!

جہاں تک مجھے علم ہے، تحصیل داری کی نوکری میں کوئی معذور شرعی نہیں ہے۔اگر معذور شرعی ہے تو رشوت لینا ہے ایک نیک آدمی جو ایمانداری سے اپنے عہدے کا کام کرتا ہے اس کے لیے کوئی امر شرعی عہدۂ تحصیلداری کے اختیار کے لیے مانع نہیں ہے۔''

والسلام

علی گڑھ 3 مئی 1896ء سرسید (۸)

سر راس مسعود کے نام متعدد خطوط مکتوبات سرسید مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی میں درج ہیں سر راس مسعود کے نام ایک اور خط میں پردے کے احکامات کی وضاحت کرتے ہیں۔

''مخدومی!

بے شک میں پردے کی رسم کا متعدد وجوہ سے نہایت طرف دار ہوں اور بالتخصیص ہندوستان میں اس میں میرا کچھ اجتہاد نہیں ہے۔نہ میں نے کبھی اس پر غور کیا۔مگر فقہائے اسلام کا یہ مسئلہ

ہے کہ منہ اور ہاتھ پہونچے تک اور پاؤں ٹخنے تک ستر میں داخل نہیں ہیں ۔فقہائے متاخرین نے بسبب فسادات زمانہ منہ کو پردے میں داخل کیا ہے مولوی شر صاحب نے میری نسبت ایک لغو بات لکھ دی ہے شاید میں نے کسی کے سامنے کہا ہوگا کہ شرعاً منہ اور ہاتھ پردے میں داخل نہیں ہیں ان کو چاہیے کہ خود فقہ کی کتابیں دیکھیں۔

والسلام

علی گڑھ خاکسار سرسید احمد (۹)

سرسید احمد خاں نے مسلمانوں میں تعلیم کے فروغ کے لیے غیر معمولی کوششیں کیں۔ پبلک چندوں سے دو سکول قائم کیے، سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ مختلف انگریزی کتابوں کے تراجم کا اہتمام کیا اور مفید کتابوں کی اشاعت کو ممکن بنایا۔

سرسید پر یہ اعتراض کہ وہ لڑکوں کی تعلیم کے لیے کوشاں رہے اور لڑکیوں کی تعلیم کے مخالف تھے مکمل سچ نہیں ہے ۔ان کے نزدیک مسلمان شرفا کی لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ایک با قاعدہ اور قابل اطمینان انتظام کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں حائل تھیں، اس لیے اس وقت تک کہ لڑکوں میں تعلیم کا فروغ نہ ہو جائے لڑکیوں کے لیے ضروری مسائل اور مذہبی تعلیم کافی ہے۔

سرسید کے خیالات میں تعلیم نسواں کے حوالے سے تبدیلی سفر لندن سے واپسی پر نمایاں دکھائی دیتی ہے ۔ڈاکٹر سعادت سعید لکھتے ہیں

> ''جب سرسید احمد خان نے ''آئین اکبری'' کی تصحیح کا کام کیا تھا تو انہوں نے مرزا غالب سے فرمائش کی تھی کہ وہ اس کی تقریظ لکھ دیں۔ مرزا غالب نے سرسید احمد خان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کہنگی کے خریدار نہ بنیں بلکہ انگلستان جا کر انگریزوں کے علمی اور سائنسی کارناموں اور ان کی جدید مادی ترقیوں کا جائزہ لیں۔''(۱۰)

سرسید احمد خان علی گڑھ سائنٹفک سوسائٹی کے سیکرٹری کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ 19 نومبر 1864ء (یہ خط سرسید نے اس وقت لکھا تھا جب وہ لندن گئے ہوئے تھے)

> عالی جناب سیکرٹری سینٹیفک سوسائٹی علی گڑھ دام اقبالہ!
>
> آپ کا عنایت نامہ مورخہ 9 ستمبر 1899ء میرے پاس پہنچا ......مجھ کو یہاں آئے ہوئے چھ مہینے کے قریب ہوئے ......میں اپنے سفر کا حال تو لکھتا ہی رہوں گا......کیا یہ تعجب خیز بات نہیں کہ ایک عورت حالت بیماری میں کتاب پڑھنے سے دل بہلاوے آپ نے ہندوستان میں کسی

امیر، کسی نواب، کسی راجے، کسی مرد اشراف کو ایسی خصلت کا دیکھا ہے اگر ہندوستان میں کوئی عورت بالکل برہنہ بازار میں پھرنے لگے تو ہمارے ہم وطنوں کو کیسا تعجب اور کس قدر حیرت ہوگی۔ بلا مبالغہ یہ مثال ہے کہ جب یہاں کی عورتیں یہ سنتی ہیں کہ ہندوستان کی عورتیں پڑھنا لکھنا نہیں جانتی اور زیور تعلیم سے بالکل برہنہ ہیں تو ان کو ایسا ہی تعجب ہوتا ہے، کمال نفرت اور کمال حقارت ان کے خیال میں گزرتی ہے۔

از مقام لندن 15 اکتوبر 1899ء عاجز آپ کا تابعدار سید احمد (۱۱)

سرسید کے مدرستہ العلوم نے فروغ تعلیم میں اہم کردار ادا کیا اس کی بڑی وجہ جدید طرز تعلیم کی طرف پیش قدمی اور قابل اساتذہ کا چناؤ تھا۔ سرسید کا ایک خط دیکھیے:

بنام دانشمند، ساکن موگا

(1886ء میں اخبارات میں یہ سوال اٹھا کہ "سرسید کے بعد کیا ہوگا" ایک صاحب نے جن کا لقب "دانشمند" تھا سرسید سے بھی اس کے متعلق پوچھا سرسید نے جو جواب دیا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے)

"شفیق و مخدوم من!

آپ کا عنایت نامہ اور چار آنے کے ٹکٹ (بابت) قیمت مثنوی صبح امید پہنچے جن الفاظ سے آپ نے مجھے یاد فرمایا اور مضامین میری نسبت لکھے ہیں، ان کا شکریہ...... میں اپنے دوستوں کا نہایت شکر گزار رہوں کہ ان کو مدرستہ العلوم کی اس قدر فکر ہے اور اس کے لیے دور اندیشیاں جو میری عین تمنا ہے فرماتے ہیں .... مگر افسوس ہے کہ ہمارے دوستوں کے اب تک وہی تکیل پرانے خیالات وہ بورڈنگ ہاؤس کو ایسے ہی لوگوں سے بھرنا چاہتے ہیں جو مسجدوں میں، مردوں کی فاتحوں کی روٹیاں کھانے پر بسر اوقات کرتے ہیں۔

افسوس! کہ ان کو تعلیم کی ابھی قدر نہیں ہوئی تھوڑی تنخواہ کے ٹیچر اور پروفیسر کیا تعلیم دے سکتے ہیں۔ انہوں نے کبھی چار روپوں سے زیادہ تنخواہ کا میاں جی دیکھا ہی نہیں۔ بلاشبہ ایک میاں جی کو پانچ سو اور سات سو روپیہ ملنا ان کو متعجب کرتا ہے۔ اگر ہمارے بعد مدرستہ العلوم کا یہی حال ہوتا ہے جس کی دور اندیشی ہمارے دوست کرتے ہیں تو ہم خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ قبل اس کے مدرستہ العلوم کا یہ حال ہو ایک شدید بھونچال آئے اور ہمارا پیارا مدرستہ العلوم زمین میں دھنس جائے (آمین)۔ اب ہم اپنے دوستوں سے التجا کرتے ہیں کہ (وہ) ہم کو کوئی ایسی تدبیر بتائیں کہ ہمارے مرنے کے بعد مدرستہ العلوم کا ایسا حال نہ ہونے پائے۔ راقم سید احمد (۱۲)

سرسید احمد خان، غالب کے بعد ارتقائے اسلوب کی منزل ہے ۔انھوں نے سادہ، سپاٹ، بنیادی اسالیب کا اختراعی اجتہاد کر کے اُردو نثر میں نئی روایت قائم کی ۔طارق سعید ''اسلوب اور اسلوبیات'' میں لکھتے ہیں:

> ''سرسید ادیب سے کہیں بڑھ کر مصلح ،ریفارمر اور قدر دان علم ودانش تھے لیکن جابجا اپنے پرچوں،تقریروں اور مضامین کے ذریعے تبلیغ واصلاح کی غرض سے جو کچھ لکھا اس میں خود بخود بنیادی وسادہ اسالیب کا ظہور ممکن ہو گیا۔'' (۱۳)

سرسید کے خطوط نے اردو خطوط نویسی پر گہرے اثرات مرتب کیے سرسید اپنی نثر میں جس طرح مدعا اور مقصد کو پیش نظر رکھتے ہیں انھوں نے خط نگاری میں بھی اس بات کا خیال رکھا۔ان کے خطوط ،قطعیت ، زبان کی سادگی اور تخاطب سے آشنا ہیں ۔عتیق ورک لکھتے ہیں:

> ''کہا جاتا ہے کہ غالب نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ۔سرسید نے مکالمہ کو مجاہدہ میں تبدیل کر دیا اور اس کے رشتے جرأت اظہار ،حقیقت کی پکار اور تاریخ کے آثار وآثار سے اس طرح جوڑ دیئے کہ انیسویں صدی کے تمام عوامل ومحرکات کو سرسید کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا اور اصل سرسید اور ان کے مشن کو ان کے خطوط کے بغیر سمجھنا ناممکن نہ سہی تو مشکل ضرور ہے ۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تاثر اور بھی قوی ہوتا جا رہا ہے کہ مکاتیب سرسید کی قدر وقیمت کے صحیح تعین کی روشنی میں ہم سرسید اور ان کے عہد کو اور بھی قریب سے دیکھ سکتے ہیں ذہنی اتھل پتھل کو جان سکتے ہیں،اس کی عصری حسیت کو پہچان سکتے ہیں۔'' (۱۴)

ضرورت اس امر کی ہے کہ خطوط سرسید میں محفوظ ہماری ملی تاریخ ،علمی مباحث اور اصلاحی کاوشوں کا تمام پہلوؤں سے تحقیقی وتنقیدی مفصل جائزہ لیا جائے ۔اب تک کا تحقیقی کام ناکافی ہے اور اس میں کچھ تسامحات بھی ہیں ۔سرسید کے حوالے سے مزید تحقیقی کام کی ضرورت ہے ۔سرسید کی اصلاحی فکر کو نوجوان نسل تک پہنچانے کا ایک ذریعہ درسی کتب میں ان کے خطوط کو مختلف موضوعات کے اعتبار سے شامل کرنا بھی ہو سکتا ہے ۔سرسید کے مکاتیب کی کوئی جامع اور مستند کلیات اب تک شائع نہیں ہوئی ۔اب تک جتنے مجموعے شائع ہوئے ہیں ان میں مکاتیب کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی ہے ۔مذکورہ مکاتیب ایک عظیم قومی سرمایہ ہیں ۔کسی بھی عظیم شخصیت کے احوال وآثار جاننے کے لیے اور اس کی کاوشوں کا احاطہ کرنے کے لیے اس کے خطوط کلیدی اہمیت رکھتے ہیں ۔سرسید احمد خان کے خطوط ان کی اصلاحی کاوشوں کا عکس جمیل ہیں ۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) A History of Urdu Literature by Dr.Muhammad Sadiq Oxford University Press, Karachi. 1985 P.335

(۲) عتیق ورگ مضمون ''مکتوبات سرسید کا عموی جائزہ'' مشمولہ'' ماہ نو سرسید نمبر'' 2017ء وفاقی وزارت اطاعت ونشریات وقومی ورثہ لاہور،سال 2017،ص 289

(۳) انور سدید ڈاکٹر'' اردو ادب کی تحریکیں'' انجمن ترقی ادب کراچی سال 1985،ص 322

(۴) A New History of Indo Pak by K.Ali, Ali Publications Dacca 1969, P.599

(۵) سرسید احمد خان ڈاکٹر'' مکتوبات سرسید'' مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی،مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور سال 1976،ص 106

(۶) الطاف حسین حالی'' حیات جاوید'' تلخیص سلیم اختر ڈاکٹر سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،سال 1993،ص 146

(۷) A History of Urdu Literature by Dr. Muhammad Sadiq Oxford University Press Karchi, 1985, P.337

(۸) مکتوبات سرسید بحوالہ بالا،ص 250

(۹) ایضاً،ص 252

(۱۰) سعادت سعید ڈاکٹر'' سرسید احمد خان اور فکر نو'' ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور۔سال 2017،ص 57

(۱۱) مکتوبات سرسید،مرتبہ اسماعیل پانی پتی مذکورہ بالا،ص 172

(۱۲) ایضاً،ص 206

(۱۳) طارق سعید'' اسلوب و اسلوبیات'' نگارشات پبلیشرز،لاہور سال 1998،ص 384

(۱۴) ماہ نو سرسید نمبر 2017 بحوالہ بالا،ص 292